

# رویت ہلال کا مسئلہ

(۲)

الشیخ عبداللہ بن محمد بن حمید ————— مترجم: مولانا محمد امین الازہری

صاحب مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح نے کہا ہے کہ زینبی کا قول تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ عید کا ستائیسویں یا اٹھائیسویں یا اکتیسویں یا تیسویں دن ہونا لازم آئے گا۔ اس لئے قسطنطنیہ میں چاند ہم سے دو دن پہلے دکھائی دیتا ہے، پس جب ہم نے اپنے چاند کی رویت کے اعتبار سے روزہ رکھا اور پھر ہمیں قسطنطنیہ کے رویت کی خبر پہنچی تو عید کی تقدیم یا تاخیر لازم آئے گی۔ قسطنطنیہ کے کسی آدمی نے روزہ رکھا اور وہ ہمارے پاس آیا تو عید سے قبل پہنچے گا۔ اور مرعاة المفاتیح میں ہے کہ حنفیہ، مالکیہ اور عام شافعیہ کے محققین نے کہا ہے کہ دو شہروں میں اگر ایسی قریبی مسافت ہے جس سے مطلع مختلف نہیں ہوتے مثلاً بغداد اور بصرہ تو ان دونوں شہروں کے رہنے والوں پر ان میں سے کسی ایک کی رویت پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور اگر ان دونوں شہروں میں اتنی دوری ہے جیسے عراق اور حجاز تو ہر ایک شہر والوں پر اپنے اپنے شہر کی رویت پر عمل کرنا ہوگا۔

شارح ترمذی عبدالرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں: "جن شہروں کے مطلع میں اختلاف نہیں ہے ان میں سے ایک کی روایت دوسرے کے لئے لازمات تسلیم کی جائے گی۔" ایک روایت میں ہی قول ابوحنیفہ کا ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ حکم ان شہروں کے لئے ہے جن میں قریب کی مسافت ہو اور مطلع کا فرق نہ ہو۔ ورنہ دونوں شہروں میں سے

ایک کا حکم دوسرے پر لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ شہروں کے مطالع زیادہ مسافت کی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور شہروں والوں میں انہی کے مطالع کا اعتبار ہوگا دوسرے کا نہیں۔ جس طرح سورج کا مغرب مختلف ہوتا ہے اسی طرح ہر شہر میں اس کے مغرب کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہی بات شیخ مرتضیٰ زبیدی نے بھی احیاء العلوم کی شرح میں لکھی ہے فرماتے ہیں کہ مطالع مختلف ہوتے ہیں دو شہروں میں سے کسی ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے کبھی مستلزم ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی اس لئے کہ مشرقی شہروں میں رات غریبی شہروں کے مقابلہ میں پہلے ہو جاتی ہے۔ اور جب مطلع متحد ہو تو ان میں سے کسی ایک کی رویت دوسرے کے لئے مستلزم ہے۔ اور جب مطلع مختلف ہو تو مشرق میں رویت ہوگی تو مغرب میں بھی ہوگی۔ لیکن اگر مغرب میں رویت ہوگی تو مشرق میں رویت ضروری نہیں ہے۔ اور ابن عابدین نے اپنے رسالہ (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان) میں تحریر فرمایا ہے کہ شہروں اور ملکوں کے اختلاف سے چاند کے مطالع میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ایک شہر میں سورج نکل آتا ہے اور دوسرے شہروں میں ابھی رات ہوتی ہے۔ جس کو کتب ثبتیت میں مدلل بیان کیا گیا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہے۔ محقق ابن حجر کے فتاویٰ میں علامہ سبکی اور اسنوی کی تصریح موجود ہے کہ جب مطالع مختلف ہوں تو ایک شہر کی طرح رویت کبھی دوسرے شہر میں بھی ہو سکتی ہے اس لئے کہ مشرقی شہروں میں مغربی شہروں کے اعتبار سے رات پہلے ہوتی ہے۔ پس اس اختلاف کی وجہ سے مشرقی شہروں میں چاند دکھائی دے گا تو غریبی شہروں میں بھی نظر آئے گا مگر غریبی شہروں میں نظر آئے گا تو مشرقی شہروں میں دکھائی نہیں دے گا۔ لیکن اتحاد مطلع کے وقت ان میں سے کسی ایک میں دکھائی دے گا تو دوسرے میں بھی نظر آئے گا۔ اس وجہ سے علماء کی ایک جماعت کا فتویٰ ہے کہ دو بھائیوں میں سے ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں اگر دونوں کی ایک ہی دن بوقت زوال موت ہو جائے تو مشرق میں رہنے والے بھائی کی موت پہلے ہونے کی وجہ سے مغرب میں رہنے والا بھائی اس کا وارث ہوگا

جب یہ بات اوقات کے بارے میں ثابت ہے تو یہی بات چاند کے بارے میں بھی لازم آئے گی۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ مشرق میں ہلال کبھی سورج کے قریب ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں اسے چھپا لیتی ہیں اور مغرب میں جب دیر سے سورج ڈوبتا ہے تو ہاں اس سے دور ہوتا ہے اس لئے دکھائی بھی دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ چاند کی علیحدگی سورج کی شعاع سے ملکوں کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مشرق میں جب آفتاب ڈھلے گا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مغرب میں بھی ڈھل جائے۔ اور یہی حال فجر کے طلوع اور آفتاب کے غروب کا بھی ہے۔ بلکہ جب آفتاب ایک درجہ حرکت کرے گا تو کچھ لوگوں کے لئے فجر طلوع ہوگی، اور کچھ لوگوں کے نزدیک طلوع آفتاب ہوگا، اور کہیں غروب ہوگا اور کہیں نصف رات ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما صاحب فقہ اسکندر یہ پہنچے تو ان سے پوچھا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو سورج غروب ہو جانے کے بعد اسکندریہ کے منارہ پر چڑھا تو اسے دیر تک سورج نظر آتا رہا کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ افطار کرے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے لئے افطار جائز نہیں ہے، اور شہر والوں کے لئے جائز ہے، کیونکہ ہر شخص اس حالت کے مطابق عمل کرے گا جہاں وہ ہے۔ شیخ نجیب مطہری نے اپنے رسالہ (ارشاد اہل الملۃ الی اثبات الاہلۃ) میں یوں لکھا ہے کہ علماء میں سے کسی عالم کو مطالع کے اختلاف میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اس میں شریعت بھی عقل کے موافق ہے اور ہمیشہ عقل اور شریعت ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوتی ہی ہیں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ شارع نے بہت سے احکام کی بنیاد ہی مطالع کے اختلاف پر رکھی ہے چنانچہ ناز کے اوقات کا اختلاف اس پر مبنی ہے۔ حج کی تعیین میں اہل مکہ کے مطلع کا اعتبار ہے۔ وراثت میں بھی موت کی تقدیم و تاخیر کا اثر پڑتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اسی پر مبنی ہیں اور یہ سب متفق علیہ ہیں۔ اس کے بعد رمضان و شوال کے چاند کی رویت کی رو سے اعتبار و عدم اعتبار اور روزہ کے وجوب و افطائیں

لوگوں کا اختلاف پایا جاتا ہے مطالعہ کا اختلاف ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے دفتوں میں جو فرق واقع ہوتا ہے اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جن مقامات پر دو یا تین مہینے برابر سورج نکلا رہتا ہے اور جسے وہاں کے لوگ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو کبھی شخص وہاں جائے گا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اور اسی طرح یہ بھی بدابہتہ معلوم ہے کہ قطب کی جہت میں رہنے والوں کے لئے چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ اہل مصر جب مغرب آفتاب کے وقت رمضان کا چاند دیکھیں تو قطب کے باشندوں کو بھی اہل مصر کی رویت پر روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے؟ اسی طرح ہمارے ادارہ پر یکہ والوں کے درمیان وقفوں میں کھلا ہوا فرق اور مخالف ہے تو کیا انھیں بھی مصر والوں کی رویت ہلال پر روزہ رکھنے کی تکلیف دینا درست اور بجا ہے؟ جب کہ یہ وقت ان کے نزدیک طلوع فجر یا طلوع آفتاب کا ہے۔ الغرض مطالعہ کا عدم اعتبار اور انکار عقل و نقل کے خلاف ہے۔

یہ ہیں علمائے حنفیہ کی تصریحات جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اختلاف مطالعہ کے قائل ہیں۔ یعنی جب ایک شہر میں رویت ہوگی تو دوسرے شہر میں رویت کا ہونا ضروری اور لازمی نہیں ہے لہذا یہ کہ دونوں کا مطلع ایک ہو۔ اگر چاند مغرب میں دیکھا گیا مثلاً فارس والوں نے چاند دیکھا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مشرق مثلاً مکہ والوں کو بھی چاند دکھائی دے۔ اس لئے کہ سورج جب ان کے پاس سے گذرا تو اس کی شعاعوں کی وجہ سے چاند نظر نہیں آ رہا تھا اس لئے اس وقت اس کی رویت ان کے لئے ممکن نہیں تھی اور جب سورج مغرب کی طرف چلے گا تو چاند اس کی شعاعوں کے دائرہ سے نکل آئے گا اس لئے اس وقت اس کی رویت ممکن ہوگی اور غریب جانب سورج جتنا بڑھے گا چاند اس سے اتنا ہی دور ہو جائے گا اور اس کی روشنی بھی بڑھ جائے گی اور وہ خوب نمایاں بھی ہوگا اس برعکس نہیں ہوگا۔ لہذا امثال کے طور پر جب چاند مکہ مکرمہ میں دکھائی دے تو مغرب میں بھی ضرور نظر آئے گا بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

**ہلال کی وجہ تسمیہ** | اہل عرب ہلال کو ہلال اس وقت کہتے ہیں جب وہ خوب روشن اور ظاہر ہو اور چونکہ اس دکھائی دینے پر لوگ آواز بلند کرتے ہیں اس لئے اس کو ہلال

کہا جاتا ہے۔ اور یہ اہل عرب کے قول استھل الصبی سے ماخوذ ہے یا اھلال بواج (بلند آواز سے تسمیہ پر مبنی) سے یا چاند دیکھ کر لوگ چاند چاند کہہ کر آواز بلند کرتے ہیں۔ اس لئے اسے ہلال کہتے ہیں۔ اور کبھی ہلال کا لفظ مہینہ پر بھی بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اھل اھلال واستھل یعنی نیا چاند نظر آیا۔ اور اھلناہ واستھلناہ یعنی ہم نے نیا چاند دیکھا۔ عام اہل سنت کا یہی قول ہے اور شمر نے کہا استھل اھلال بھی کہا جاتا ہے۔ اور شاعر کا درج ذیل شعر ثبوت میں پیش کیا ہے۔  
 وشھر مستھل بعد شھر - وھول بعدہ ھول جدید  
 یعنی نیا مہینہ مہینہ کے بعد آتا ہے اور سال کے بعد نیا سال آتا ہے۔ اور استھل یعنی تبیین بھی آتا ہے (یعنی روشن اور ظاہر اور اہل نہیں کہا جاتا) اور اھلناہ عن لیلۃ کذا بھی بولا جاتا ہے۔ (بحر محیط) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا کہ ہلال، ظہور اور رفع صوت سے ماخوذ ہے پس اگر اس کا طلوع آسمان سے زمین پر نظر نہ آئے تو ظاہر اور باطن میں طلوع کا حکم نہیں ہوگا عرب کہتے ہیں اھلنا اھلال واستھلناہ یعنی ہم نے نیا چاند دیکھا یہ آدمیوں کا عمل ہے، پس ہلال اس وقت ہلال ہوگا جب دکھائی دے۔ جب ایک اور آدمیوں نے چاند دیکھا اور انھوں نے اس کی خبر نہیں دی تو وہ ہلال نہیں ہے اور اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔ جب یہ دونوں شخص خبر دیں تو وہ ہلال ہے اس لئے کہ اس خبر کے ساتھ ان کی آواز بلند ہوئی۔

اس سے ظاہر ہوگا کہ ہلال اس چیز کا نام ہے جو ظاہر اور روشن ہو۔ ظہور سے قبل وہ ہلال نہیں ہے پس اس بنا پر اہل مشرق پیر و زہ اور افکار مغرب والوں کی رویت پر لازم نہیں آئے گا۔ کیوں کہ مشرق والوں پر ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہلال ہی نہیں ہے۔  
**محققین مالکیہ کے اقوال** | ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے کہ "اس بات پر علماء کا اجماع ہو گیا ہے کہ جو شہر ایک دوسرے سے دور واقع ہیں

ان کی روایت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسے خراسان اندلس سے دور ہے اس لئے کہ ہر شہر کے لئے ایک خاص حکم ہے جو اسی شہر کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے پس جو شہر آپس میں قریب ہیں ان کی روایت ایک دوسرے کے لئے معتبر ہوگی۔ اور یہی کہا ہے کہ خبر خواہ حکومت کی جانب سے ہو یا دو عادل اشخاص کی طرف سے یا جماعت مستفیضہ کی بہر حال قریبی شہروں کو شامل ہوگی اور جو شہر زیادہ دور واقع ہیں ان کو شامل نہ ہوگی۔ ابن عرفہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ ابن البنا نے کہا، میرے باپ نے ذکر کیا اور وہ روایت کرتے ہیں ابو محمد بن بکر فاسی سے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ہم اسکندریہ کی روایت پر روزہ رکھیں تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں (روزہ رکھنے کا حکم) ان شہروں کے لئے ہے جو ہم سے قریب ہوں اور زیادہ دور نہ ہوں۔ اور محمد بن سابق نے کہا کہ اہل قیروان مدینہ اور مکہ والوں کی روایت پر روزہ نہ رکھیں، اور یہی حکم دو دور کے شہروں کا ہوگا۔ اور یہی فرمایا کہ غسانی اور حربی نے حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اہل نجد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ان کی روایت مدینہ والوں کی روایت سے ایک دن پہلے ہو جاتی ہے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ہر شہر والوں کے لئے اپنی کی روایت پر عمل ہوگا۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب بن عبد الرزاق اپنی کتاب (خلاصۃ العذب الزلال فی مباحث روایۃ السہلال) میں لکھتے ہیں کہ ابن رشد نے بدایہ میں کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دور کے شہروں کی روایت معتبر نہ ہوگی جیسے اندلس اور حجاز۔ اور ابن جزئی نے اپنی کتاب قوانین میں کہا ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھیں تو دوسرے شہر والوں پر بھی حکم لازم ہوگا، اس سے امام شافعی کا بھی اتفاق ہے۔ اور ابن ماجشون نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ بہت زیادہ دور کے شہر والوں پر یہ حکم لازم نہ ہوگا۔ جیسے اندلس اور حجاز اور اسی پر اجماع ہے۔ ابن البنا اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن نسیم نے اپنی کتاب المواعیت میں کہا ہے کہ علماء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ چاند دیکھنے والے کے معاملہ میں لمبی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اس صورت میں جس نے چاند دیکھا ہے اس کے لئے تو روایت ہوگی دوسرے کے لئے روایت نہیں ہوگی۔ جن لوگوں نے

رویت کے حکم کو علی الاطلاق لازم قرار دیا ہے اور اس میں چاند دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے دونوں کو بعد و قرب کا فرق کئے بغیر برابر رکھا ہے انھوں نے اچھا نہیں کیا اور جو کچھ کہا وہ غلط کہا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت ہے اس کو اور بندوں کے حق میں اس کی جو حکمتیں ہیں اس کو نہیں سمجھا۔ ابن رشد نے بھی بدایۃ المجتہد میں کہا ہے کہ کیا جب ایک شہر والے چاند نہ دیکھ پائیں تو دوسرے شہر والوں کی رویت پر عمل کر سکتے ہیں؟ یا ہر شہر کے لئے انہی کی رویت ہوگی۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم اور مصری حضرات امام مالک سے رویت کرتے ہیں کہ جب کسی شہر والوں کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے تو جن شہر والوں نے اس دن میں روزہ نہیں رکھا اور دوسرے شہر والوں نے روزہ رکھا ہے تو انھیں اس دن کے روزے کی قضا لازمی ہے اور اس کے قائل امام شافعی اور امام احمد میں۔ لیکن مدینہ والوں نے مالک سے روایت کی ہے کہ جس شہر میں رویت ہوئی ہے اس کی خبر کی بنا پر اس شہر والوں پر رویت لازم نہیں ہے جہاں رویت نہیں ہوئی ہے۔ مگر یہ کہ امام لوگوں کو اس کا حکم دیدے۔ اس کے قائل ابن ماجہون اور مغیرہ ہیں جو اصحاب مالک ہیں البتہ اس پر اجماع ہے کہ دور کے شہروں (مثلاً اندلس اور حجاز) میں ایک جگہ کی رویت کا دوسری جگہ اعتبار نہ ہوگا۔

قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لوگوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ جب کسی خبر دینے والے نے کسی شہر کی رویت کی خبر دی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ خبر قرطبی شہر کی ہوگی یا دور کے شہر کی، اگر قریب کی ہے تو دونوں شہروں کا ایک ہی حکم ہے۔ اور اگر دور کی ہے تو ہر شہر کی رویت انہی کے لئے ہے۔ یہ روایت حضرت عکرمہ اور قاسم اور سالم سے ہے حضرت ابن عباس اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاری نے (لاہل کل بلد رویتہم) کا باب منعقد کیا ہے۔ قرطبی نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول اپنے غلام کریم سے کہ (ایسا ہی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے) کے بارے میں ہمارے علمائے نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ

کا قول (ھکذا المرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس حدیث کے مرفوع ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اور آپ کا یہ حکم اس بات کی دلیل ہے کہ شہر جب دور ہوں جیسے شام، حجاز سے دور ہے تو اتنی دوری پر رہنے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی ریت نہی پر عمل کریں اور دوسری جگہ کی ریت پر عمل نہ کریں۔ بشرطیکہ ان پر یہ ثابت ہو جائے کہ امام یا خلیفہ لوگوں کو اس پر آمادہ نہیں کر رہا ہے۔ ورنہ اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

ابن عربی نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خبر واحد ہونے کی وجہ سے تسلیم نہیں کیا اور اسے رد فرمایا۔

(۲) کچھ لوگوں نے اس کے رد کرنے کی وجہ ملکوں کے مطالع کا اختلاف قرار دیا ہے۔ یہی صحیح بات ہے اس لئے کہ کریب نے شہادت نہیں دی بلکہ اس حکم کی خبر دی جو شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو خبر ثابت شدہ ہو اس میں خبر واحد کافی ہوتی ہے۔ اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ جائے کہ اغمات والوں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اور اشبیلہ والوں نے سینچر کی رات میں دیکھا تو ہر شہر والوں کی انہی کی رویت معتبر ہوگی اس لئے کہ سیل نماز ظاہر ہوتا ہے اور اشبیلہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ سیل نماز ظاہر ہوتی ہے۔ خلافت العذب الزلال میں لکھا ہے، قرآنی نے فردق میں کہا کہ: چاند کی رویت کے مختلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب چاند مشرقی شہروں میں شجاع میں ہوتا ہے اور سورج چاند کے ساتھ غریبوں میں چل رہا ہوتا ہے اور جب مغرب کی افق میں پہنچے گا تو چاند شجاع سے باہر آجائے گا۔ اور مغرب کے باشندوں کو نظر آئے گا اور مشرق والوں کو اس روز شجاع میں رک جانے کی وجہ سے دکھائی نہیں دے گا۔ دوسرے دن رات میں دکھائی دے گا۔ اور یہ بدایت معلوم ہے اور یہ رویت ہلال کے اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ اس کے اور اسباب بھی ہیں جو علم ہیئت میں مذکور ہیں اور یہ بھی کہا کہ مطالع کے اختلاف کا اعتبار درست ہے۔ اور جو اس کے قائل نہیں ان کی مذمت کی ہے۔ قرآنی نے فردق میں



یہ بھی کہا ہے کہ جب اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نماز کے اوقات آفاق کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر قوم کے لئے ان کی فجر، ان کا زوال اور ان کے دوسرے اوقات ہیں۔ تو یہی بات چاند کے بارے میں بھی لازم آئے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مشرقی شہر میں چاند شعاع میں ہوگا اور سورج غریب سمت میں برابر چلتا رہے گا حتیٰ کہ جب مغرب کے افق میں پہنچے گا تو چاند شعاع سے باہر نکل آئے گا۔ اور اہل مغرب اسے دیکھ لیں گے اور مشرق والوں کو نظر نہیں آئے گا۔ یہ رویت ہلال کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے اس کے اور بھی اسباب ہیں جو علم ہدیت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ہم نے جس قدر بیان کر دیا ہے وہ فہم مراد کے لئے کافی ہے۔ باقی اسباب کا ذکر مناسب نہیں ہے جب آفاق کے اختلاف سے چاند کی رویت میں اختلاف ہوتا ہے تو ضروری ہے کہ چاند کے بارے میں ہر قوم کی رویت انہی کے لئے ہو، جیسا کہ ہر قوم کی فجر وغیرہ اوقات نمازیں ہوتی ہے اور یہی بات حق و صواب ہے۔ لیکن کسی شہر کی رویت سے تمام اقالیم میں روزہ کا وجوب، قواعد دلائل کے خلاف اور ان کے مقتضاء کے منافی ہے۔

ابن ماجہ شون کہتے ہیں کہ جس شہر میں شہادت ثابت ہوئی ہے اسی شہر والوں پر عمل لازم ہوگا۔ مگر امام وقت کے نزدیک ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر لازم ہوگا۔ اس لئے کہ تمام بلاد اس کے حق میں ایک بلد کے مانند ہیں اس لئے اس کا حکم تمام میں نافذ ہے۔ اس کو حجتا عون المعبود نے ان سے نقل کیا ہے۔ پس یہ اقوال ائمہ مالکیہ اور ان کے محققین کے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے نزدیک اہل بلد کی رویت انہی کے لئے ہوگی۔ بالخصوص بعد بعید کے وقت جیسا کہ اس پر کریب مولیٰ ابن عباسؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول **رَأْمَا نَحْنُ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتَّىٰ نَرَاهُ أَوْ نَكْمَلَ الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ** و **قَالَ لَهْكَذَا أَمْرًا دَسُورَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** پوری طرح واضح کرتا ہے کہ اہل مدینہ شام والوں کی رویت پر مسافت بعیدہ کی وجہ سے عمل نہیں کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **(هُوَ هُوَ الرَّوَيْتُ)** اور آپ کا ارشاد

(لا تقصوا حتی تروءه ولا تطفئوا حتی تروءه) اس بات میں مرتجح ہے کہ روزہ اور اقطار سبب کے پائے جانے کے وقت ہی واجب ہوگا۔ اور اس کا سبب رویت ہے اس کی نظیر نماز کے اوقات ہیں اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے طلوع ہونے پر نماز فجر پڑھنے کا حکم دیا اور ظہر کی نماز کا سورج ڈھل جائے۔ اور عصر کی نماز کا جس وقت ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے۔ اور مغرب کی نماز کا جب سورج غروب ہو جائے۔ اور عشاء کا جب شفق احمدی غروب ہو جائے پس یہ ہیں نماز کے اوقات تو کیا کہا جائے گا کہ تمام اہل ممالک اپنی اپنی نمازوں کی ادائیگی کے لئے مامور ہیں جب بھی سبب نماز پایا جائے خواہ وہ سبب مدینہ یا مکہ میں پایا جائے؟ مسلمانوں میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بلکہ ہر اہل شہر کی انہی کی فجر انہی کا زوال انہی کا غروب شمس و غیب شفق معتبر ہے۔ پس اسی طرح ہر اہل بلد کے لئے انہی کی ترویج مراد ہوگی خصوصاً اس دوری کے ساتھ کہ دوسرے لوگوں کو چاند دیکھنا ممکن ہی نہ ہو۔ یہ بات بہت واضح اور روشن ہے اس پر کوئی عبا نہیں ہے جیسا کہ ائمہ و محققین کے اقوال سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے

**ائمہ شافعیہ اور ان کے محققین کے اقوال** کہ جب کسی شہر میں لوگ چاند دیکھ اور دوسرے شہروں کو چاند نظر نہ آئے اور شہر بھی باہم قریب ہوں تو ان دونوں شہروں کا حکم ایک شہر کا حکم ہوگا اور دوسرے شہروں کو بھی اتفاق رائے روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور اگر دونوں شہر دور واقع ہوں تو اس میں اختلاف ہے لیکن صحیح ترین رائے ہے کہ دوسرے شہر والے روزہ نہیں رکھیں گے یہی قطعی رائے مصنف ابوالفتح شیرازی کی ہے۔ اور شیخ ابو حامد اور ترمذی وغیر ہم کی بھی یہی رائے ہے اور اسی کو عبد الباقی، رافعی اور اکثر علمائے دین نے صحیح بتایا ہے اور درست یہی ہے کہ جب دونوں شہروں میں دوری ہو تو ہر شہر کی رویت اسی کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ شہروں کے اختلاف کی وجہ سے طلوع اور غروب میں فرق ہو جاتا ہے۔ اور ہر قوم اپنے مطلع اور مغرب کی مخاطب ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کسی شہر میں فجر پہلے طلوع ہو جاتی ہے

اور کہیں دیر میں طلوع ہوتی ہے۔ اسی طرح سورج کہیں جلد ڈوبتا ہے اور کہیں دیر میں ڈوبتا ہے۔ اور ہر اہل شہر اپنے اپنے یہاں کے طلوع فجر اور غروب آفتاب کا اعتبار کرتے ہیں۔ ایسا ہی چاند کی رویت کا معاملہ سمجھئے۔“ اسی طرح علامہ ابن منذر نے عکرمہ، قاسم، سالم اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ دوسرے شہروالوں کی رویت پر عمل نہیں ہوگا اور امام ترمذی نے بھی یہی رائے اہل علم کی نقل کی ہے اس کے علاوہ کسی دوسری رائے کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ عراقی شوافع اور حیدرآبادی وغیرہم نے قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ دوری کا مفہوم یہ ہے کہ مطالع مختلف ہو جائیں مثلاً جاز، عراق، خراسان۔ اور قرب کے معنی یہ ہیں کہ مطالع میں اختلاف نہ ہو جیسے بغداد، کوفہ، یریں اور قرظین۔ امام نووی نے روضہ منہاج اور شرح منہاج میں اسی رائے کو صحیح بتایا ہے۔ اور ملی نے نہایت المحتاج شرح منہاج میں جو کچھ کہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ”جب چاند کسی شہر میں دیکھا جائے تو اس کا حکم اس سے قریبی شہر میں لازم ہوگا۔ اس لئے کہ وہ دونوں شہر ایک ہی شہر کے حکم میں ہیں۔ جیسے مسجد کے پاس رہنے والوں کا حکم ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ جب شہر دور ہوں تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مثلاً حجاز اور عراق، اور دوری رائے یہ ہے کہ دو دوائے شہر پر بھی لازم ہوگا اور دوری سے مراد اتنی مسافت ہے جس سے قصر لازم آجائے۔ اس کو مصنف نے شرح مسلم میں صحیح بتایا ہے۔ اس لئے کہ شریعت نے اس کے ساتھ بہت سے احکام کو معلق کیا ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک بعید وہ شہر ہے جہاں مطالع میں اختلاف ہو جائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہی زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔ اس لئے کہ چاند کے حکم کا تعلق مسافت قصر سے کچھ نہیں ہے۔ اس حدیث کی رو سے جس کو مسلم نے حضرت کریم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے شام میں چاند دیکھا پھر مدینہ پہنچا تو مجھ سے حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کہ تم نے چاند کب دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ جمعہ کی رات میں۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے بھی اسے دیکھا میں نے کہا ہاں میں نے دیکھا اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا ان لوگوں نے روزہ رکھا اور معاذیہؓ نے بھی روزہ رکھا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو سنیچر کی رات میں چاند دیکھا ہے۔ ہم برابر روزہ رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ گنتی

پوری کر لیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت معاویہؓ کی رویت اور ان کا رد نہ رکھنا آپ کے لئے کافی نہیں ہے؟ فرمایا نہیں، ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ طلوع فجر اور آفتاب کے طلوع اور غروب پر قیاس کر کے اور اس لئے کہ مطلع اور عرض البلد کے اختلاف سے کیفیت بھی مختلف ہوتی ہے اس لئے اس کا اعتبار ہونا چاہئے۔ رہا یہ سوال کہ مطلع کو سمجھنے کے لئے حساب کی ضرورت ہے اور میت دانوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جب کہ ان کی بات پر پوری طرح اعتبار نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ یہ ضروری نہیں کہ بنیادی اور عام مسائل میں ان کی باتوں کا اعتبار نہ ہو تو ضمنی اور مخصوص مسائل میں بھی نہ ہو۔ اگر مطلع میں اتفاق نہ ہو تو اختلاف ہی سمجھا جائے گا اس لئے اصل عدم وجوب ہے اور رویت سے ثابت ہوتا ہے۔ بل رویت قرب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حکم بھی ان کے حق میں ثابت نہیں ہوا۔ ہاں اگر اتفاق واضح ہو جائے تو پھر ان پر قضا لازم ہوگی۔ تاج تبریزی نے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطلع جو بیگنی فرسخ سے کم میں ممکن نہیں ہے اور والد محترم نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ مطلع کا اختلاف محدود ہے، اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ اور علامہ سبکی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ مطلع جب مختلف ہوں تو شرقی شہروں کی رویت غربی شہروں کے لئے لازم ہے مگر غربی شہروں کی رویت مشرقی باشندوں کے لئے ضروری نہیں ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے بہت طویل بحث کی ہے اور اسنوی وغیرہ نے بھی ان ہی کی پیروی کی ہے۔ یعنی یہ کہ جہاں سمت اور عرض متحد ہوں وہاں لزوم ہو سکتا ہے، اسی جگہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگر دو وارث مرحائیں جن میں ایک مشرق میں رہتا ہے اور دوسرا مغرب میں اور ہر ایک کی موت اپنے اپنے زوال کے وقت ہوئی ہے تو غربی شرقی کا وارث ہوگا کیوں کہ اس کے لحاظ سے شرقی کا زوال پہلے ہوا ہے۔